مکاتیب

(۱)

عزيزنا الوفى

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

قرأت مقالتكم فى فرصة يسيرة۔ أريد أن ألفت أنظاركم إلى الامور التالية الناشئة عن الفكرة التى قدمتم إلى الجمهور۔

۱۔ لا يجوز للمسلمين أن يقوموا ضد العدو الغاشم مهما كانت الظروف والاحوال إذا لم يكن لديهم الاستعداد الكامل۔

۲۔ الحركات الجهادية المعاصرة لا علاقة لها بالجهاد وبالتالى هذا العمل إضاعة للنفوس والمال لا يترتب أى أثر على الامة الاسلامية بل هو ضار للمسلمين لأن العصابات لا تقوم مقام الخليفة أو الإمام۔

۳۔ هناك مصطلح جديد من حضرتكم، ألا وهو ”كلاسيكل فقه“۔ أخى العزيز! بون شاسع بين الفقه الكلاسيكى وبين الفقه الاسلامى۔ الفقه الاسلامى مستورد ومستنبط من المنابع الاسلامية وهما القرآن والسنة۔ أما الفقه الكلاسيكى، بما يسمى ”روايتى فقه“، فمستنبط وماخوذ من آراء الناس وأعرافهم، لا علاقة لها بالقرآن والسنة، وإن كان هناك بعض القواعد تتوافق عشوائيا مع القرآن والسنة كالاقدار العالمية (Universal Truth) مثل الحمية، الحق، الملك، التصرف للمالك، الخيار۔ ولكن الفقه من حيث المجموع مرتبط بالاحكام القرآنية والسنة النبوية۔لذا أرى أن هذا المصطلح خطير جدا يجب الحذر منه۔

٤۔ هل هناك ”إمام المسلمين“ فى العالم الاسلام الذى يقوم باداء مهمات المسلمين؟ جميع من يسمون أنفسهم بأئمة المسلمين أو لڈرائهم هم عملاء الاستعمار

الغربی أو الشیوعی۔ فما رأیکم فی الاحوال الراهنة؟

٥۔ ما رأیکم حول تحریر الأراضی المسلمة من أیدی الکفار وما هو المقیاس للإستعداد؟ هل قام أبو بصیر بإقامة منظمة إرهابیة بإذن الرسول علیه السلام أم قام من عند نفسه ورأیه؟

أنصح لك: قبل أن تطبع الکتاب وأن یوضع الکتاب علی المکاتب التجاریة، قدم الکتاب إلی العلماء الراسخین حتی لا یکون جهدك هباء ا منثورا۔

محمد رویس خان الأیوبی

میر پور۔ کشمیر الحرة

(۲)

برادر عزیز مولانا حافظ محمد عمار خان ناصر صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ   مزاج گرامی؟

اہل علم کی کئی محافل میں احقر سے الشریعہ کی خصوصی اشاعت بیاد امام اہل السنۃ کی مندرجہ ذیل عبارت کے بارے میں استفسار ہوا ہے:

''وہ (امام اہل السنۃ) نزول مسیح کو ایک اعتقادی مسئلہ قرار دے کر اس کا انکار کرنے والے کو کافر کہتے تھے، جبکہ حضرت صوفی صاحب کی رائے اس سے مختلف تھی۔'' (ص ۷۱۹)

نیز صفحہ ۳۸۱ میں افتخار تبسم صاحب کے حوالے سے جو بات نقل کی گئی ہے اور اس کے متعلق آپ نے جو توجیہ کی ہے، وہ درست معلوم نہیں ہوتی کیونکہ حضرت صوفی صاحب نے تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن ج ۵ ص ۶۴۷ میں بڑی وضاحت کے ساتھ فرمایا ہے:

''عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نزول کا عقیدہ بنیادی عقیدہ ہے۔ اہل حق میں سے اس بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ متواتر اور صحیح احادیث اس کثرت سے ہیں کہ ان کا انکار کفر ہے۔ ایسا شخص اسلام سے خارج سمجھا جائے گا۔''

نیز ''مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے علوم وافکار'' ص ۳۰۷ میں لکھتے ہیں:

''عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور رفع الی السماء اور نزول، یہ اہل اسلام کے نزدیک اتفاقی عقائد ہیں۔ یہود ونصاریٰ میں البتہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ مسئلہ حیات ونزول مسیح علیہ السلام امت کے جمیع طبقات کے درمیان ایک مسلمہ مسئلہ ہے اور یہ اعتقادی مسئلہ ہے۔ اس میں تشکیک پیدا کرنا از حد غلط اور گمراہ کن بات ہے۔ قرآنی آیات میں اور صحیح اور صریح احادیث مبارکہ میں اس کی مکمل تشریح موجود ہے۔ حضرت حکیم الامت امام شاہ ولی اللہؒ اور ان کے تمام پیروکار اور علماء دیوبند کا متفقہ عقیدہ ہے اور مولانا سندھیؒ کا بھی یہی عقیدہ ہے۔''

ہم نے اسباق، دروس اور خطبات کے علاوہ کسی نجی محفل میں بھی اس کے خلاف نہیں سنا۔ قرین قیاس یہ ہے کہ تبسم صاحب صحیح طور پر انگیخت نہیں کر سکے جس سے شکوک وشبہات کا باب وا ہوا ہے۔

(مولانا حاجی) محمد فیاض خان سواتی
مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

(۳)

عزیز القدر عامر سلمہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید ہے مزاج اور صحت بعافیت ہوں گے اور معمولات بخیر وخوبی جاری ہوں گے۔

منکرین حدیث کے ساتھ انٹرنیٹ پر جاری جس مباحثے کا آپ نے ذکر کیا ہے، میرے لیے اس میں براہ راست شریک ہونا بوجوہ ممکن نہیں، البتہ اس حوالے سے اپنے فہم کے مطابق چند بنیادی نکات عرض کر دیتا ہوں۔ ان کی روشنی میں امید ہے کہ آپ اس مباحثے میں درست موقف کی موثر ترجمانی کر سکیں گے۔

جو حضرات قرآن مجید کے ابلاغ وتبلیغ سے ہٹ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریعی مقام کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں، میرے خیال میں ان کی غلطی حسب ذیل نکات کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کرنی چاہیے:

۱۔ ایک مسلمان اصلاً واساساً اور براہ راست قرآن پر ایمان نہیں لاتا، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتا ہے، کیونکہ قرآن کو خدا کا کلام ماننے سے پہلے اس کو پیش کرنے والی ہستی کو اللہ کا پیغمبر ماننا ضروری ہے۔ پیغمبر کے واسطے کے بغیر خدا کے کلام تک رسائی یا اس پر ایمان کی کوئی صورت ممکن نہیں۔

۲۔ کسی انسان کو پیغمبر ماننے کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ خدا کی طرف سے اس کا دین لوگوں تک پہنچانے پر مامور ہے اور وہ جو چیز بھی اس اعلان کے ساتھ لوگوں کو دے گا کہ یہ خدا کا دین ہے، اسے ماننا لازم ہوگا۔ چنانچہ وہ خدا کے نازل کردہ کلام کے طور پر کوئی چیز پیش کرے یا اس کے علاوہ کوئی حکم یا ہدایت یہ کہہ کر لوگوں کو دے کہ یہ خدا کا دین ہے، ہر صورت میں اس کے پیش کردہ دین کو ماننا اور اس کی اطاعت کرنا واجب ہے۔ فرض کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رسالت کا اعلان کرنے کے بعد کلام الٰہی کے طور پر قرآن کو سرے سے پیش ہی نہ کرتے اور اس کے بجائے محض یہ فرماتے کہ میں خدا کا رسول ہوں اور اس حیثیت سے تمھیں فلاں بات کا حکم دیتا اور فلاں بات سے روکتا ہوں تو بھی اس کی اطاعت بدیہی طور پر لازم ہوتی، کیونکہ اس کے بغیر آپ کو ''رسول'' ماننے کا کوئی مطلب ہی نہیں بنتا۔ دوسرے لفظوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مستقلاً اور مطلقاً واجب الاطاعت ہونا قرآن پر ایمان لانے سے مقدم ہے، وہ اس پر موقوف نہیں کہ اس کے حق میں قرآن سے دلیل پیش کی جائے۔ یہ بات کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مستقلاً مطاع ہیں، قرآن سے بھی